حضرت سیّدنا خباب رضی اللہ عنہ

غلاموں کی منڈی لگی ہوئی تھی، خریدار غلام خرید رہے تھے اور فروخت کرنے والے بلند آواز میں گاہکوں کو متوجہ کر رہے تھے۔ منڈی میں ہر رنگ، نسل اور ہر عمر کا غلام موجود تھا۔ یہ عرب کی مشہور منڈی تھی جس میں دور دراز سے غلام بکنے کے لیے آتے تھے اور خریدار بھی بڑی تعداد میں منڈی کا رخ کرتے تھے۔

ام انمار مکہ شہر کی بڑی معروف خاتون تھی، اس کا تجارت کا کاروبار تھا جو مکہ کے آس پاس کے علاقوں میں پھیلا ہوا تھا، ویسے تو اس کے پاس مال و دولت اور غلاموں کی کثرت تھی لیکن پھر بھی اس کو ایک غلام کی ضرورت تھی۔

وہ چاہتی تھی کہ کوئی چھوٹی عمر کا غلام مل جائے، جو اس کے گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتا رہے۔

غلام کی ضرورت ہی اسے منڈی میں کھینچ لائی۔

منڈی میں بہت سے غلام موجود تھے، بیچنے والے اپنے اپنے غلاموں کو قطار میں کھڑا کر کے آوازیں لگا رہے تھے اور خریدار غلاموں کو دیکھتے چلے جا رہے تھے اور فروخت کرنے والوں سے غلام کے کام اور علاقے کے متعلق پوچھ رہے تھے۔

ام انمار بھی قطار در قطار کھڑے غلاموں کو دیکھتی جا رہی تھی۔ ایک جگہ پہنچ کر وہ

رک گئی۔ اس کا چہرہ مسرت سے دمک اٹھا۔ جس چیز کی تلاش میں تھی وہ اسے مل گئی تھی۔

اس کے سامنے ایک بچہ کھڑا تھا صحت مند بچے کے چہرے سے شرافت کا نور ٹپک رہا تھا۔ بچہ ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچا تھا یہ اس کے کھیل کود کے دن تھے مگر وہ غلام تھا منڈی میں بکنے کے لیے کھڑا تھا۔

پہلی نظر میں ہی بچہ ام انمار کے دل کو لگا، پسند آتے ہی اس نے مالک سے بات کی، قیمت طے ہوئی اور وہ ادائیگی کر کے بچے کو گھر لے آئی۔

"تمھارا نام کیا ہے......؟"

گھر پہنچتے ہی ام انمار نے بچے سے پوچھا:

"خباب"

بچے نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہارے باپ کا نام......؟"

"ارت"

"کہاں سے آئے ہو......؟"

"نجد سے......"

"کیا تم عربی ہو......؟"

"ہاں!"

"کس قبیلے سے تعلق ہے۔"

"بنو تمیم سے۔"

"پھر تم غلام کیسے بن گئے......؟"

خباب کی آنکھوں میں اداسی چھا گئی، اسے اپنے بچپن کے حسین دن یاد آ گئے،

جب وہ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا، ماں باپ اور بہن بھائیوں میں خوش رہتا تھا...... وہ آزاد تھا جو چاہتا کھاتا جو پسند آتا وہ کرتا۔

''تم مکہ کے سوداگروں کے ہاتھ کیسے آئے اور یہاں منڈی میں کیسے پہنچے......؟''

ام انمار نے دوبارہ پوچھا تو خباب خیالات کی دنیا سے باہر آ گیا۔

ام انمار کے سوال پر اس نے ایک سرد آہ بھری پھر دکھی لہجے میں بولا: '' کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے بنو تمیم کے جس محلے میں ہم رہتے تھے عرب کے کچھ لیٹروں نے اس محلے پر حملہ کر دیا۔ ڈاکوؤں نے گھروں میں موجود تمام سامان لوٹا۔ بڑے مردوں کو قتل کر دیا اور عورتوں اور بچوں کو قید کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔

میں جس ڈاکو کی قید میں تھا، اس نے مجھے ایک آدمی کے ہاتھ بیچ دیا اور میں آزاد آدمی سے غلام بن گیا جس آدمی نے مجھے خریدا اس نے کچھ دیر اپنے پاس رکھا پھر اگلے آدمی کے ہاتھ بیچ دیا اسی طرح بکتے بکاتے میں اس منڈی میں پہنچ گیا اور آج آپ مجھے خرید کر لے آئی ہیں۔

ام انمار نے خباب کی درد بھری کہانی سنی تو اداس ہو گئی۔

خباب کی عمر چھوٹی تھی، چھوٹی عمر میں ہی اس نے بہت دکھ درد سہے اور کئی افراد کی غلامی میں رہ کر بہت کچھ سیکھ لیا۔ اس میں صلاحیت تھی اور وہ کچھ کرنے کا عزم بھی رکھتا تھا، ام انمار نے اس کی صلاحیتوں کو بھانپ کر اپنا ارادہ بدلا اور گھر کا کام کاج کروانے کی بجائے اسے مکہ کے مشہور اسلحہ ساز آدمی کا شاگرد بنا دیا۔

وقت گزرتا گیا اور خباب آہستہ آہستہ اسلحہ سازی میں مہارت حاصل کرتا رہا، پھر ایک روز وہ بھی آیا کہ خباب ایک ماہر اسلحہ ساز بن گیا لوگ دوکان پر آ کر اس کی تلواریں دیکھتے اور پسند کرتے تھے، جب اسے تلوار بنانے میں اس قدر مہارت ہو گئی

کہ وہ اکیلا کام کرسکتا تھا اور عرب میں اس کی تلواریں بھی مشہور ہو گئیں تو ام انمار نے اسی بازار میں ایک دوکان کرایہ پر لی اور خباب کو اس دوکان پر تلوار بنانے اور بیچنے کا کام سونپ دیا۔

ام انمار نے جس خباب کو چھوٹی عمر میں منڈی سے خریدا تھا اب وہ جوانی کی حدوں کو چھونے لگا تھا اور مکہ میں اس کی شہرت دن بدن پھیل رہی تھی۔

ایک روز خباب دوکان پر ہی تھا کہ اس کے پاس قریش کا ایک آدمی آیا اس نے کہا خباب! سنا ہے بنو ہاشم کے ایک نوجوان نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے......" کیا واقعی......؟"

خباب نے بے یقینی سی کیفیت میں پوچھا:

"ہاں! بڑی عجب باتیں کرتا ہے کہ یہ بت کسی کو کوئی نفع یا نقصان نہیں دیتے سب کام اللہ کرتا ہے، جو آسمانوں پر ہے اسی نے سب کو پیدا کیا ہے لہٰذا بتوں کی بجائے اس اکیلے اللہ ہی کی عبادت کرنی چاہیے......"

خباب نے قریش کے نوجوان کو کچھ جواب تو نہ دیا البتہ دل میں یہ ارادہ کرلیا کہ میں اس آدمی سے ضرور ملوں گا یہ تو بڑی حکمت کی باتیں ہیں اسی شام خباب نے دوکان بند کی تو ام انمار کے گھر جانے کی بجائے سیدھے اس جگہ پہنچے جہاں نبی اکرم ﷺ ان اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، خباب چپ چاپ چھوٹی سی مجلس میں بیٹھ گئے اور باتیں سننے لگے انہیں وہاں بیٹھتے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ نبی اکرم ﷺ کی باتوں نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا، دین اسلام کی سچی باتیں دل میں گھر کر گئیں تو وہ مجلس میں اٹھے اور پکار کر کہا:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ"

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔"

خباب نے اسلام قبول کیا تو اسے چھپانے کی بجائے علی الاعلان کہا کہ آج کے بعد میں مسلمان ہوں۔

یہ اعلان بنو خزاعہ کے ایک نوجوان نے سنا تو بھاگم بھاگ ام انمار کے پاس گیا۔

"ام انمار تمہیں خبر ہے کہ تمھارے غلام نے کیا کام کیا ہے......؟"

نوجوان نے جاتے ہی مالکہ کو خبر دیتے ہوئے کہا:

"کیا کیا خباب نے......؟"

ام انمار نے الٹا سوال کیا۔

"خباب بے دین ہو گیا ہے۔"

نوجوان نے بے دھڑک جواب دیا۔

یہ سنتے ہی ام انمار منہ سے تو کچھ نہ بولی البتہ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، یہ اس بات کی علامت تھی کہ خباب کے اس کام پر ام انمار کو سخت غصہ ہے اور وہ اس کا سختی سے نوٹس لے گی ایسا ہی ہوا اگلے روز ام انمار اپنے بھائی سباع بن عبدالعزیٰ کے پاس گئی اور اسے تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔

سباع بھی خباب کے ایمان لانے کی خبر سن کر سیخ پا ہو گیا وہ اسی وقت طیش سے اٹھا اور خباب کی دوکان پر پہنچ گیا۔

"خباب! سنا ہے تم بے دین ہو گئے ہو......؟"

سباع نے غصے سے پوچھا:

"نہیں! ایسی بات تو نہیں، بلکہ میں تو اب دین دار ہوا ہوں۔"

خباب نے نرمی سے جواب دیا:

"کیا تم نے بنو ہاشم کے نوجوان (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی نہیں شروع کر دی......؟"

سباع نے تلملاتے ہوئے سوال کیا:

"ہاں! یہ بات تو ہے! اصل میں مَیں بے دین نہیں ہوا، بلکہ میں تو اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لایا ہوں، اب چونکہ میں ایک اللہ کو اپنا الٰہ مانتا ہوں اس لیے میں نے تمام بت بھی پھینک دیے ہیں......"

خباب ابھی اپنا جواب بھی مکمل نہ کر پائے تھے کہ سباع نے انہیں مارنا شروع کر دیا...... وہ خباب کے اسلام کا یوں اظہار اور اپنے خداؤں کی نفی برداشت نہ کر سکا۔ سباع کے ساتھ جو لڑکے آئے تھے انہوں نے بھی جو ہاتھ آیا دوکان سے اٹھایا اور خباب رضی اللہ عنہ کو پیٹنا شروع کر دیا۔

خباب رضی اللہ عنہ کو ہر طرف سے گھونسوں ڈنڈوں لوہے کی سلاخوں سے پیٹا جا رہا تھا اور ظالموں نے انہیں اس قدر مارا کہ وہ اتنی مار برداشت نہ کر سکے لڑکھڑا کر گرے اور بے ہوش ہو گئے، ان کے جسم پر ہر طرف زخموں کے نشان تھے اور ان سے خون بہہ رہا تھا، خباب رضی اللہ عنہ اپنی دوکان پر بے ہوش پڑے تھے، انہیں اسلام قبول کرنے کی وجہ سے پڑنے والی مار کی خبر پورے مکے میں گھوم رہی تھی...... ایک غلام کی جرأت اور انہیں یوں مارنے پر جو سنتا وہ حیرت میں ڈوب جاتا۔

قریش کے سرکردہ لوگوں تک خبر پہنچی تو وہ بھی حیران ہوئے......

"جب سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دین کی دعوت شروع کی ہے تب سے کئی آدمی اس کے ساتھ ملے تو ہیں لیکن یوں علی الاعلان ہمارے بتوں کو برا کہنے کی جرأت آج تک انہیں نہیں ہوئی۔"

ایک لوہار غلام سے یہ توقع ہرگز نہ تھی، قریش کے سردار نے مجلس میں بیٹھے آدمی سے کہا:

"جو بھی ہے یہ بات اپنی جگہ ہے کہ جس جرأت کا مظاہرہ اس غلام نے کیا ہے اس کا جواب نہ دیا گیا تو کل کوئی بھی ہمارے بتوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دے گا۔"

دوسرے سردار نے جواباً کہا:

اسی روز قریش کے تمام سردار خانہ کعبہ کے پاس جمع ہو گئے انہیں جب کوئی اہم فیصلہ کرنا ہوتا تھا تو مشاورت کے لیے وہ اسی جگہ جمع ہوتے تھے۔

میٹنگ شروع ہو گئی کہ اس نوجوان سے کیسے نمٹا جائے، تاکہ کسی اور کو ہمارے خداؤں کی توہین کرنے کی جرأت نہ ہو۔

اجلاس کی صدارت ابو سفیان بن حرب، ابو جہل بن ہشام اور مغیرہ کا بیٹا ولید کر رہے تھے، جبکہ سرداروں کے علاوہ خباب کی مالکہ ام انمار اور اس کا بھائی سباع بھی اپنے حواریوں کو لیے بیٹھا تھا۔

ابو جہل نے غصے سے بھرے لہجے میں کہا:

"محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت دن بدن پھیل رہی ہے اسے روکنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ جس قبیلہ کا فرد محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین پر ایمان لائے وہ قبیلہ نہ صرف اس نوجوان کا بائیکاٹ کرے، بلکہ اسے ہر طریقہ سے اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔ چاہے اسے مارنے کی نوبت ہی کیوں نہ آئے۔"

ابو جہل اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کر کے چپ ہوا تو مجلس میں خاموشی چھا گئی کسی کو اس بات سے کوئی اختلاف نہ تھا گویا کہ سب کی بات اکیلے ابو جہل نے کہہ دی تھی۔

جونہی مجلس ختم ہوئی فیصلے کے تحت سباع بن عبد العزیٰ نے اپنے قبیلے کے سرکش نوجوانوں کو ساتھ لیا اور خباب رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچا۔

خباب! روز کی طرح دوکان پر بیٹھے تلواریں بنا رہے تھے۔

سباع نے دوکان پر جاتے ہی گرجدار آواز میں کہا:

"خباب! ہمارے ساتھ چلو۔"

خباب رضی اللہ عنہ غلام تھے لہٰذا چپ چاپ اس کے ساتھ چل دیئے۔

سباع خباب رضی اللہ عنہ کو لے کر مکہ سے باہر کھلے میدان میں آ گیا، دوپہر کا وقت تھا اور گرمی کے دن، سورج کی تپش سے میدان میں پڑے ریت اور پتھر جھلس رہے تھے۔

خباب! کپڑے اتار دو۔ سباع نے غصیلے لہجے میں حکم دیا۔

خباب رضی اللہ عنہ نے قمیص اتار دی۔

"یہاں لیٹ جاؤ۔" سباع نے گرم ریت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"خباب چپ چاپ جھلتی ہوئی ریت پر لیٹ گئے۔

سباع نے پاس کھڑے لڑکوں کو اشارہ کیا، وہ اشارہ پاتے ہی ایک بھاری بھرکم پتھر اٹھا لائے۔

"پتھر خباب کے سینے پر رکھ دو۔" سباع نے لڑکوں کو نیا حکم دیا۔ حکم پاتے ہی لڑکے بڑھے اور انہوں نے بھاری بھرکم پتھر خباب رضی اللہ عنہ کے سینے پر رکھ دیا۔

سباع نے لاٹھی اٹھائی اور سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کو پیٹنا شروع کر دیا۔ جب تھک گیا تو اس نے لڑکوں کو حکم دیا وہ بھی بے رحمی سے خباب رضی اللہ عنہ کو پیٹنے لگے۔

سیدنا خباب رضی اللہ عنہ نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑے مار کھاتے رہے، ان کے جسم پر لگے زخموں سے خون رس رہا تھا، جب مارتے مارتے لڑکے بھی تھک گئے تو سباع سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔

خباب زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے کراہ رہے تھے وہ مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے

بولا:

”خباب! اب بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے......؟“

خباب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

”وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ ہماری طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں تاکہ ہمیں ہدایت کا راستہ دکھائیں اور نیکی کے کاموں کی طرف راہنمائی کریں۔“

سباع نے سنا تو وہ آگ بگولہ ہوگیا۔

اور خباب رضی اللہ عنہ کو دوبارہ پیٹنے لگا، سیدنا خباب رضی اللہ عنہ حق کی خاطر پھر مار کھانے لگے، مارتے مارتے سباع کی ہمت جواب دے گئی تو بولا:

”ہاں! اب بتاؤ، لات وعزیٰ کیا ہیں......؟“

سیدنا خباب رضی اللہ عنہ بولے: ”پتھر کے بت ہیں اور کچھ نہیں...... یہ نہ کسی کو کوئی نفع دے سکتے ہیں اور نہ کسی کو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔“

سباع جواب سنتے ہی آپے سے باہر ہوگیا، طیش میں آکر بولا: ”لڑکو! ذرا اسے اس گستاخی کا مزہ چکھاؤ، نوجوانوں کا ٹولا، سیدنا خباب رضی اللہ عنہ پر پھر ٹوٹ پڑا اور انہیں گھونسوں، سلاخوں اور پتھروں سے پیٹنے لگا، سیدنا خباب رضی اللہ عنہ مار کھاتے کھاتے بے ہوش ہوگئے، ان کے جسم سے خون بہنے لگا۔

سیدنا خباب رضی اللہ عنہ استقامت کا پہاڑ بنے مار کھاتے اور اسلام پر ڈٹے رہے، سباع اور قریش مکہ کا یہ روز کا معمول بن گیا، سورج جونہی تپتا اور اس کی گرمی سے ریت گرم ہوتی، سباع سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کو میدان میں لے جاتا اور انہیں گرم ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر بھاری بھرکم پتھر رکھتا اور پیٹنا شروع کر دیتا۔

ایک روز خباب رضی اللہ عنہ اپنی دوکان پر بیٹھے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا اس بازار سے گزر ہوا، سیدنا خباب رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے، دوکان سے باہر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں کرنے لگے۔ اسی دوران ان کی مالکہ ام انمار ادھر آ نکلی اس نے اپنے غلام خباب کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باتیں کرتے دیکھا تو تلملا اٹھی۔ جونہی پیارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گئے وہ غصے سے بپھری ہوئی اپنے بھائی سباع کے ساتھ خباب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور انہیں وہیں پیٹنا شروع کر دیا، خباب رضی اللہ عنہ کو پیٹنا تو سباع کا روز کا معمول تھا اور وہ خباب کو مار مار کر تھک چکا تھا سباع نے خباب رضی اللہ عنہ کو پیٹنا بند کیا اور دوکان کے اندر گیا بھٹی سے گرم انگارے نکالے انہیں زمین پر بچھایا اور خباب رضی اللہ عنہ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا۔

سیدنا خباب رضی اللہ عنہ تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو گئے، ان کے جسم کا چمڑا جل گیا اور گوشت سے خون رسنے لگا۔

ام انمار کا غصہ اس سے بھی ٹھنڈا نہ ہوا تو وہ بھٹی سے گرم سلاخ نکال لائی اور جھلتی ہوئی سلاخ خباب رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھ دی۔ ام انمار کا ظلم اس قدر بڑھا کہ وہ آئے روز گرم سلاخوں سے خباب کا جسم داغنے لگی، سباع انہیں دہکتے انگاروں پر لٹا کر پتھر رکھ دیتا۔

ایک روز جب دونوں بہن بھائی سیدنا خباب رضی اللہ عنہ پر ظلم و ستم کر رہے تھے تو سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کی زبان سے دونوں کے لیے بددعا نکلی ...... ''یا اللہ! جیسے یہ مجھے سزا دیتے ہیں تو ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کر۔''

سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کی اس دعا کو چند روز نہ گزرے تھے کہ خباب رضی اللہ عنہ کی مالکہ ام انمار کو دورہ پڑا اس کے سر میں شدید درد اٹھا اور وہ چیخنے چلانے لگی اس کی آواز ایسی ہوتی تھی جیسے کوئی کتا شدت تکلیف سے بھونکتا ہے۔ ام انمار کو

سر درد کا دورہ تھوڑی دیر بعد پڑنے لگا۔

جب سر درد کی تکلیف ام انمار کی برداشت سے بھی زیادہ ہو گئی تو اس کی حالت غیر ہونے لگی، ام انمار کے بیٹوں نے ماں کو درد سے کراہتے دیکھا تو اٹھا کر حکیم کے پاس لے گئے۔

اس زمانے میں حکیم داغنے سے علاج معالجہ کیا کرتے تھے، ام انمار کے لیے بھی انہوں نے یہی دوا استعمال کی اور آگ میں لوہے کی سلاخیں گرم کر کے ام انمار کے سر پر لگاتے یوں سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی اور ام انمار کو اس کے کیے کی سزا کی جھلک دنیا میں ہی دیکھنا پڑی۔

سیدنا خباب رضی اللہ عنہ اسلام کی خاطر دکھ اور تکلیفیں سہتے رہے مگر انہوں نے اپنی زبان سے کلمہ شہادت نہ چھوڑا۔ ان کی اس قربانی کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نگاہوں میں وہ بڑی عزت رکھتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی بات ہے۔

کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی زمین پر بچھی ہوئی تھی جو ''مسندِ خلافت'' کہلاتی تھی خلیفہ اس پر بیٹھے کام کر رہے تھے کہ اچانک کمرے میں ایک آدمی داخل ہوا اسلام علیکم رحمتہ اللہ وبرکاتہ کی آواز سے کام کرتے خلیفہ کے ہاتھ رک گئے خلیفہ نے سر اوپر اٹھایا خوشی سے ان کا چہرہ دمک اٹھا۔

مسندِ خلاف سے اٹھے اور آنے والے فرد کو بڑے تپاک سے ملے اور اپنے برابر مسند خلافت پر بٹھایا۔

پھر آہستگی سے بولے: ''اس مسند پر بیٹھنے کے حقدار دو افراد ہیں ایک بلال اور دوسرا خباب (رضی اللہ عنہما)۔

خباب رضی اللہ عنہ چپ رہے خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

بولے: ”خباب! آج ذرا وہ واقعات تو سناؤ جو تمہارے ساتھ مکہ میں بیتے، جب کفار نے اسلام قبول کرنے کے جرم میں تم پر ظلم کیا......؟

امیر المومنین کے سوال پر خباب رضی اللہ عنہ نے زبان سے تو کچھ نہ کہا البتہ اپنی پیٹھ سے کپڑا اٹھا دیا۔

خلیفۃ المسلمین نے دیکھا تو حیران رہ گئے، خباب کی کمر پر اتنے گہرے زخم تھے کہ انگلی زخم میں اتر جاتی تھی۔

سیدنا فاروق اعظم حیرت سے بولے:

”خباب! اتنے گہرے زخم کیسے......؟

خباب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امیر المومنین!“ مکہ میں جب میں نے اسلام قبول کیا تو میری مالکہ ام انمار اور اس کا بھائی سباع مکہ کے غنڈوں کو ساتھ لے آتا وہ مجھے تپتی ریت پر لٹا دیتے اور لوہے کی سلاخیں لے کر آگ پر گرم کرتے جب سلاخیں آگ کی شدت سے دہک کر انگارہ بن جاتیں وہ انہیں میری پیٹھ پر پورے زور سے لگا دیتے، انگارہ بنی سلاخیں جب کمر پر پڑتیں تو کمر کا گوشت جل جاتا اور ہڈیوں سے الگ ہو جاتا۔

کمر سے نکلنے والا خون اور چربی پگھل کر گرم سلاخوں کو ٹھنڈا کرتی تھی اب یہ زخم اسی دور کے ہیں۔

خباب رضی اللہ عنہ صبر و استقامت کے ساتھ ان انگاروں پر کباب ہوتے رہتے حتیٰ کہ زخموں سے خون رس رس کر ان انگاروں کو بجھا دیتا، ایسے لرزہ خیز مظالم استقامت سے برداشت کرتے رہے اور پایۂ استقلال میں ذرا بھر لغزش نہ آئی اور اسی طرح کچھ عرصہ گزر گیا، ایک دن رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنی داستان الم سنا کر عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میرے لیے دعا فرمائیں کہ ان ظالموں سے مجھے نجات مل جائے، رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم سے پہلے گزشتہ زمانہ میں ایسے لوگ بھی گذرے ہیں کہ لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچ ڈالا گیا، سوائے ہڈیوں اور پٹھوں کے کچھ نہ چھوڑا گیا، ایسی سختیوں نے بھی ان کا دین پر اعتقاد متزلزل نہ کیا ان کے سروں پر آرے چلائے گئے اور وہ درمیان سے دو لخت کر دیے گئے تاہم انھوں نے دین کو نہ چھوڑا، اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور کامیاب کرے گا اور تم دیکھ لو گے کہ اکیلا سوار صنعاء یمن سے حضرموت تک جائے گا اور سوائے اللہ عزوجل کے کسی سے نہیں ڈرے گا۔''

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سن کر سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کا حوصلہ دوگنا ہوگیا اور وہ خاموشی سے اپنے گھر چلے گئے۔

ربیع الاول یکم ہجری کو خباب رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے۔

مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں روایت ہے سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہجرت کی تھی، غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ بن ارت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں شروع سے لے کر آخر تک تمام غزوات میں شریک ہوئے اور بہادری اور شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ سنہرے حروف میں لکھنے کے قابل ہیں، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب فتوحات کا دروازہ کھلا تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ بن ارت بعض اوقات بہت رویا کرتے اور فرماتے: ''ہم نے رضائے الٰہی کی خاطر رحمت دو عالم ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ رہا، پھر ہم میں سے بعض تو ایسے تھے کہ اس دنیا سے کوچ کر گئے اور دنیا میں اپنے اجر کا کچھ

بھی پھل نہ کھایا لیکن بعض کا پھل پک گیا تو وہ اسے توڑ کر کھا رہے ہیں۔

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ اور جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتے تھے وہ انتہائی صابر، بردبار، مصائب کو برداشت کرنے والے ،فدا کار جانثارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، تھے، انھوں نے اسلام کے ابتدائی زمانے میں قرآن مجید پڑھ لیا تھا، کچھ راویوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے واقعہ میں ان کا اسم گرامی واضح طور پر لیا ہے ان کا بیان ہے کہ جس زمانے میں رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے انتالیس جانثاروں کے ساتھ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں پناہ گزین تھے، حضرت خباب رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب (حضرت عمر فاروق کی ہمشیرہ) کے گھر انھیں قرآن مجید پڑھانے جایا کرتے تھے، قبول اسلام سے قبل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہن اور بہنوئی کی تنبیہ کے لیے ان کے گھر پہنچے تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، وہ تو کوٹھڑی میں چھپ گئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہن اور بہنوئی سے ہاتھ پائی ہوئی، جب وہ زخمی ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں نرمی آ گئی اور ان سے قرآن مجید سنانے کے لیے کہا: انھوں نے سورۂ طٰہٰ کی چند ہی آیات پڑھی تھیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل کی دنیا بدل گئی اور انھوں نے کہا: ”مجھے محمد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے چلو۔“ عین اس موقع پر حضرت خباب کوٹھڑی سے باہر آئے اور فرط مسرت سے کہا: ”اے عمر میں تمھیں خوشخبری دیتا ہوں کہ کل رات بروز جمعرات سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی تھی کہ یا الٰہی عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام (ابوجہل) میں جو تجھے پسند ہو، اس سے اسلام کو قوت عطا فرما۔“ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا تمھارے حق میں

قبول ہوگئی۔'' اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کاشانہ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بن ارت سے تینتیس ۳۲ حدیثیں مروی ہیں اور ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن ابی حازم حضرت مسروق بن اجدع، حضرت علقمہ بن قیس اور حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہم جیسے اکابرین امت شامل ہیں۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری دور میں بہت مالدار ہو گئے اور اتنے سونے چاندی کے مالک بن گئے جس کا انہیں وہم وگمان بھی نہ تھا، لیکن انھوں نے اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرنے کا ایک ایسا انوکھا طریقہ اختیار کیا جو پہلے کسی نے بھی اختیار نہیں کیا تھا، یہ درہم و دینار گلی میں ایک ایسی جگہ رکھ دیتے جس کا ضرورت مندوں، فقراء و مساکین کو بھی پتہ تھا، نہ تو اس پر کسی کو نگران مقرر کیا اور نہ تالا لگایا، ضرورت مند ان کے گھر آتے اور پوچھے اور اجازت طلب کیے بغیر اپنی ضرورت کے مطابق وہاں سے مال لے جاتے، اس کے باوجود انہیں اندیشہ تھا کہ اس مال کے متعلق قیامت کے روز میرا احساب لیا جائے گا اور مبادا کہ مجھے اس کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔

آخری سفر:

حضرت خباب رضی اللہ عنہ آخری عمر میں کوفہ میں اقامت پذیر ہو گئے اور وہیں پیٹ کی تکلیف سے شدید بیمار ہو گئے، علاج کی غرض سے سات جگہ سے پیٹ داغا گیا، انھیں بہت زیادہ تکلیف ہوئی اور فرمانے لگے اگر رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے موت کی تمنا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں اپنی موت کی دعا کرتا، اسی نازک حالت میں کچھ دوست بیمار پرسی کے لیے آئے اور خباب رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے۔

''ابو عبداللہ خوش ہو جایئے کہ دنیا چھوڑنے کے بعد حوض کوثر پر اپنے بچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ملاقات کرو گے، یہ سن کر ان پر گریہ طاری ہوگیا جب پاس بیٹھے لوگوں نے دیکھا کہ خباب رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں تو ان کو مخاطب کر کے فرمایا واللہ میں موت سے نہیں ڈرتا، تم نے ان ساتھیوں کا ذکر کیا ہے جنھوں نے دنیا میں کوئی اجر نہیں پایا، آخرت میں انھوں نے یقیناً اپنا اجر پالیا ہوگا، لیکن ہم ان کے بعد رہے اور دنیا کی نعمتوں سے اس قدر حصہ پایا کہ ڈر ہے کہیں وہ ہمارے اعمال ثواب ہی میں نہ محسوب ہو جائے۔''

وفات سے کچھ دیر پہلے ان کے سامنے کفن لایا گیا تو اشکبار ہو کر بڑی حسرت سے فرمایا: ''یہ تو پورا کفن ہے، افسوس کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹی سے چادر میں کفنایا گیا جو ان کے تمام بدن کو بھی نہیں ڈھانپ سکتی تھی، اگر پاؤں کو ڈھانپتے تو سر کھل جاتا اور سر کو ڈھانپا جاتا تو پاؤں کھل جاتے آخر ہم نے ان کے پاؤں کو اذخر سے ڈھانپ کر کفن پورا کیا۔

پھر انھوں نے وصیت کی کہ اہل کوفہ کے معمول کے مطابق مجھے شہر کے اندر دفن نہ کرنا، بلکہ میری قبر شہر کے باہر کھلے میدان میں بنانا، اس وصیت کے بعد انھوں نے اس دنیائے فانی سے کوچ کیا اور اس وقت ان کی عمر بہتر ۷۲ سال کے لگ بھگ تھی اور وصیت کے مطابق شہر سے باہر سپردِ خاک کیا گیا اس کے بعد اہل کوفہ نے بھی اپنی میتوں کو یہاں دفن کرنا شروع کر دیا۔

سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے بعد ۳۷ء ہجری میں اپنے

دارالخلافہ کوفہ کو واپس تشریف لائے تو شہر کے باہر آپ رضی اللہ عنہ کی نظر سات قبروں پر پڑی، لوگوں سے پوچھا: ''یہ کس کس کی قبریں ہیں، جب ہم کوفہ سے چلے تھے تو یہاں کوئی قبر نہ تھی، جواب ملا امیر المومنین وہ پہلی قبر حضرت خباب رضی اللہ عنہ بن ارت کی ہے جنھیں ان کی وصیت کے مطابق سب سے پہلے یہاں دفن کیا گیا ، باقی قبریں دوسرے لوگوں کی ہیں ، یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں ، حضرت خباب رضی اللہ عنہ اور دوسرے اہل قبور کے لیے دعائے مغفرت کی اور اپنے وقت کے اس برگزیدہ ترین انسان کی زبان سے بے ساختہ الفاظ جاری ہوگئے، خباب رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہو وہ برضاء ورغبت اسلام لائے اور اپنی خوشی سے ہجرت کی، ساری زندگی جہاد میں گزاری اور راہ حق میں سخت سے سخت مصیبتیں اٹھائیں ، اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے اعمال ضائع نہیں کرتا، خداوند کریم ان کی لحد پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ